تبصرہ:: ایران وہندوستان کا اثر جرمنی کی شاعری پر

محمد معز الدین

حال ہی میں ایک قابل قدر کتاب پاک جرمن فورم کراچی کی جانب سے چھپی ہے۔ یہ ایک مشہور جرمن مستشرق، ڈاکٹر آرتھر ایف جے رمی کی تصنیف کا اردو ترجمہ ہے۔ جسے پاکستان کے ممتاز ادیب وصحافی، ڈاکٹر ریاض الحسن صاحب نے براہ راست جرمن زبان سے اردو میں منتقل کیا ہے۔

پیام مشرق کے دیباچے میں علامہ اقبال نے مغربی لاہور مشرقی ادب کے رجحانات کا ذکر کیا ہے اوراس ضمن میں ایران و ہندوستان کا جو اثر جرمن شاعری پر پڑا تھا اس کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اور جیسا کہ معلوم ہے پیام مشرق علامہ اقبال نے گوئٹے کے مغربی دیوان کے جواب میں تصنیف فرمائی ہے اور اس کتاب کا ذیلی عنوان بھی یہی رکھا ہے در جواب دیوان شاعر المانوی گوئٹے اور دیباچے میں صاف طور پر اعتراف کیا ہے کہ پیام مشرق کی تصنیف کا محرک جرمن حکیم حیات گوئٹے کا مغربی دیوان ہے

در جوابش گفتہ ام پیغام شرق
ماہ تابے ریختم بر شام شرق

اور گوئٹے کو قتیل شیوہ ہائے پہلوی کہا گیا ہے۔ اورمغرب پرمشرق کے متعلق حاتا کے خیالات اس کے اپنے الفاظ میں یہ ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ مغرب اپنی کمزور اور سرد روحانیت سے بیزار ہوکر مشرق کے سینے سے حرارت کا متلاشی ہے۔

پیام مشرق کے دیباچے میں علامہ اقبال نے واضح طور پر لکھ دیا ہے کہ اس دیباچے کی تالیف میں کچھ تو گزشتہ مطالعے کی یادداشت پر بھروسہ کرتا ہوں اور کچھ مسٹر چارلس ریمی کے مختصر مگر نہایت مفید اور کارآمد رسالے پر جو انہوں نے اس موضوع پر لکھا ہے علامہ اقبال نے اس رسالے کا نام نہیں لکھا ہے اور نہ ہی مصنف کا

پورا نام دیا ہے، مگر ریاض الحسن صاحب نے ریے می کے اس رسالے کا ترجمہ کر کے اس اجمال کی تفصیل فراہم کر دی ہے۔ اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال نے بیشتر مواد اسی رسالے سے لیا تھا۔ کیونکہ گوئٹے اور اس کے بعد کے شراء ہیرڈر، پلاٹن، روکرٹ، بوڈن سٹاٹ، شیلر وغیرہ کے سلسلے میں جو تفصیل اس دیباچے میں دی ہے وہ کم و بیش اس کتاب میں موجود ہے۔ ویسے کم درجے کے شعراء میں جنہوں نے حافظ کی تقلید میں شعر کہے، ڈامر، ھیر مانستال، لوئشکے، اشٹیک لڑ، ہلشٹ ہولڈ، اور کاؤنٹ فان شاک کا ذکر اس کتاب میں ملتا ہے۔ اور فہرست مضامین پر نظر ڈالنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مختلف ابواب میں انہیں شاعروں کا ذکر ہے۔

---

1. پیام مشرق، صفحہ 2

یہ کتاب دراصل ڈاکٹر ریاض الحسن صاحب کی ایک دریافت ہے، اس سلسلے میں کتاب کے دیباچے میں انہوں نے لکھا ہے کہ یہ محض اتفاق ہے کہ اس کا ایک نسخہ ان کے (ڈاکٹر ریاض الحسن) کے ہاتھ لگا۔ جوئیندہ یابندہ کی پرانی مثل ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی نگاہ تیز نے کباڑیئے کی دکان سے یہ نایاب نسخہ ڈھونڈ نکالا۔

ڈاکٹر ریاض الحسن کئی زبانوں کے ماہر ہیں۔ اردو، انگریزی، فارسی، عربی، ہندی، سنسکرت، اطالوی کے علاوہ جرمن اور فرانسیسی زبانوں پر بھی قدرت رکھتے ہیں۔ جس کا ثبوت تو یہی کتاب ہے۔ اور تحقیق کے ساتھ تدقیق کا بھی صحیح ذوق رکھتے ہیں اس کا اندازہ اس کتاب کے بعض مقامات پر تشریحی نوٹ اور حواشی پر دیئے ہوئے اشارات سے بھی بخوبی ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر ممتاز حسن نے نہایت فکر انگیز اور بصیرت افروز پیش لفظ لکھ کر اس کی افادیت و اہمیت بڑھا دی ہے۔ مغربی ادب پر مشرق ادب کی تحریک کا غیر محسوس طور پر جو اثر پڑا ہے۔ اس کی طرف بلیغ اشارے کئے گئے ہیں۔ ان کی اس رائے سے

شاید کسی کو اختلاف نہ ہو گا کہ یہ کتاب درحقیقت اردو ادب اور اقبالیات دونوں کے نقطۂ نگاہ سے ایک مخصوص اہمیت کی حامل ہے۔

اس دیباچے میں مصنف اور مترجم سے مفصل تعارف ہی نہیں بلکہ اس تصنیف کے محرکات و رجحانات سے بھی شناسائی ہو جاتی ہے۔ بعض مغربی اور مشرقی شعراء کے خیالات کی مماثلت کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ بجائے خود ایک فکر انگیز بات ہے۔ ان کو اس بات کا افسوس ہے کہ پروفیسر رے می کے بعد کسی اور محقق نے اس اہم تحریک پر کچھ نہیں لکھا۔ پیام مشرق کے دیباچے میں علامہ اقبال نے مشرقی تحریک کی تاریخ اور جرمن اور ایرانی شعراء کے تقابلی مطالعے اور عجمی اثرات کا جائزہ لینے کی خواہش کا اظہار ان الفاظ میں کیا تھا ممکن ہے کہ یہ مغربی خاکہ کسی نوجوان کے دل میں تحقیق و تدقیق کا جوش پیدا کرے افسوس کہ اب تک کسی نوجوان کے دل میں یہ تحریک پیدا نہیں ہوئی

کتاب کے پیش لفظ میں ڈاکٹر ممتاز حسن صاحب نے چند اہم باتیں کہی ہیں اور یہ خواہش کی ہے کہ یورپ کے ادب کی مشرقی تحریک عموماً اور جرمن ادب کی تحریک خصوصاً اس قابل ہے کہ اس پر مفصل تحقیق کی جائے۔

پھر مشرقی طرز فکر اور گرمیٔ تخیل کا مغربی شعراء کے کلام میں دبے پاؤں داخل ہونے کا جو ذکر کیا ہے اور جو مثالیں انہوں نے پیش کی ہیں وہ بجائے خود ایک بلند تحقیقی اور علمی نوعیت کی بحث ہے اور قارئین کو اس بات کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ اس قسم کا تقابلی مطالعہ دلچسپ بھی ہے اور ادب کی توسیع کے لئے سودمند بھی۔ بات یہ ہے کہ فراق و وصال، وشق و محبت، غم و غصہ، یاس و نومیدی کے جذبات عالمگیر اور بیشتر انسانوں میں بلا قید مقامی یکساں ہیں اور اس لئے مغرب و مشرق کے شاعروں کے ہاں بعض اوقات حیرت انگیز طور پر مماثل و مشترک نظر آتے ہیں۔ خواہ شیلی اور غالب کے افکار کی مماثلت ہو خواہ ٹینی سن کی امراء القیس کے خیالات سے مطابقت

شعوری یا غیر شعوری طور پر عربی اور فارسی شاعری کا کسی نہ کسی عنوان سے مغرب کی شاعری پر خاصہ اثر پڑا ہے اور مغربی شعر و ادب میں مشرقی رجحانات کا مطالعہ بلا شبہ ایک دلچسپ مطالعہ ہوگا۔ اور ممتاز حسن صاحب کے اس خیال سے ہر پڑھنے والا متفق ہوگا کہ ریاض الحسن صاحب نے اس کتاب کا ترجمہ کر کے نہایت قابل قدر خدمت انجام دی ہے کوئٹے کے نزدیک ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمے عالمی ادب کی بنیاد ہیں۔

اس سے پہلے بھی ڈاکٹر ریاض الحسن صاحب گوئٹے کے مشہور ناول ورتھر کا اردو ترجمہ بعنوان نوجوان ورتھر کی داستان غم پیش کر کے ادبی دنیا سے خراج تحسین لے چکے ہیں۔ یہ دلچسپ کتاب پہلی بار الہ آباد (انڈیا) سے 1933ء میں اور دوسری بار کراچی سے 1968ء میں چھپی اور ان کی کتاب فلسفہ جمال کے نام سے ہندوستان اکادمی الہ آباد نے شائع کی تھی۔ یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے معاشیات میں ایم اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں لیں اور اطالوی زبان میں پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا تھا اور اقبال پر ان کا ایک مقالہ اطالوی مجلّے میں اطالوی زبان میں 1940ء میں چھپا تھا۔ علاوہ ازیں آپ بہت سارے علمی اور ادبی مقالوں کے مصنف بھی ہیں۔ آپ ان ادیبوں اور مصنفوں بلکہ ہر چہ گیر و محکم گیر کے قائل ہیں۔ ان باتوں سے میرا مقصد ڈاکٹر صاحب کی تعریف نہیں اور نہ ہی آپ محتاج تعارف ہیں۔ ان کی علمی بصیرت اور تعمق نظری کا ذکر نہ کرنا ادبی بخل کے مترادف ہوگا۔

ڈاکٹر ریاض الحسن صاحب نے اس کتاب پر ایک نہایت فاضلانہ اور تحقیقی نوعیت کا مفصل دیباچہ لکھا ہے جو تقریباً پچاس پچپن صفحے پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ بجائے خود ایک اعلیٰ مضمون ہے جس میں مشرق کا جو اثر مغرب کے شعر و ادب اور مختلف شعبہ ہائے زندگی پر پڑا ہے اس کی شرح و بسط ہے۔ کتاب کے ترجمے کی معنوی

خوبیوں کے علاوہ یہ حصہ کتاب کی جان ہے۔ دیباچے میں اسلام کا اثر یورپ پر، جرمنی اور مشرق، سعدی و حافظ اور دیگر فارسی کلاسیکی کتابوں کے جرمن میں ترجمے، یورپ کی ادبی تحریکیں اور المانوی شاعر گوئٹے کی مشرق لٹریچر اور اسلام سے دلچسپی مغربی و مشرقی دیوان، مغرب کی دوستی کی خواہش اور فارسی زبان کے مغرب پر عام اثرات، مشرق کا اثر جرمن ادب پر، گوئٹے کا فکر و فلسفہ کا جائزہ جیسے اہم عنوانات پر نہایت عالمانہ رے می لکھ دیا ہے اس کا پورا نام ڈاکٹر آرتھر ایف جے دے می لکھا گیا ہے۔ اور اس کے مختصر حالات زندگی پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جو اب تک پردہ خفا میں تھے۔

اسلامی مشرق کا مغرب کے ہر شعبہ زندگی پر جو اثر پڑا ہے، ڈاکٹر صاحب نے اس کا تاریخی پس منظر نہایت مستند حوالوں کے ساتھ دے دیا ہے۔ عام طور سے جو باتیں لکھی جاتی ہیں وہ انگریزی کے ذریعہ حاصل کردہ معلومات کی بناء پر لکھی جاتی ہیں چونکہ مترجم یورپ کی بیشتر زبانوں سے اچھی طرح واقف ہیں لہٰذا وہ انگریزی کے علاوہ دوسرے ماخذ (Original Sourace) کے ذریعے حوالے اور اسناد پیش کرتے ہیں جن سے کتاب کی افادیت کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ خاص کر گوئٹے کی اسلام سے دلچسپی کا ذکر نہایت دلچسپ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ حافظ کے متعلق جو متضاد رائیں ہیں مثلاً رندی تھے یا صوفی، اس بحث کا محاکمہ ڈاکٹر صاحب نے بڑے مدلل اور منطقی انداز میں پیش کیا ہے۔ گو اس کا نفس مضمون سے زیادہ تعلق نہیں مگر اس بات کی ضرورت تھی کہ ان پر ناقدانہ انداز سے بحث ہو۔ دیباچے میں ایک جگہ مغرب اور فارسی زبان پر بحث کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ بات دراصل یہ ہے کہ فارسی تشبیہیں اور استعارے اس قسم کے ہیں کہ مغربی مصنفین ان کے اصلی معنی سمجھنے میں دھوکا کھاتے ہیں اور عموماً مغرب میں ان کا مفہوم مجازی یا ظاہری معنوں میں سمجھا جاتا ہے۔ میرے خیال میں اس کا سبب کچھ اور ہے۔ اس قسم کے

ظاھری حسن اور شراب وشاھد والے اشعار ان کے اپنے فلسفے اور مزاج سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں اور بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست پر عمل کرنے والی قوم حافظ وخیام کے ایسے اشعار کو اپنے دل کی آواز سمجھ کر ان کے ظاہری معنی ہی پر سر دھنتی ہے۔ حافظ وخیام کی مغرب میں مقبولیت کا راز بھی یہی ہے۔ یورپ پر مشرق کی روحانیت کا وہ اثر ہو ہی نہیں سکتا۔ عشق الٰہی کی اس منزل تک ان کی رسائی ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ تصوف کا تعلق تطہیر قلب وتزکیہ نفس سے ہے اور جب تک دل نور معرفت سے منور نہ ہو، عشق ومستی کی اس وادی میں اس کا قدم نہیں جا سکتا جو سرتاپا مادیت میں ڈوبا ہوا ہو۔ ظاہری حسن کی کشش ان کے اپنے مزاج سے ہم آہنگ ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مغربی مصنفین حافظ وخیام کی شاعری کے اس پہلو پر زیادہ زور دیتے ہیں۔

فاضل مترجم نے بعض مغربی مستشرقین کی ان غلط بیانیوں کو بھی بے نقاب کیا ہے۔ اور اس امر کا بھی نہایت مدلل جواب دیا ہے۔ کہ ان لوگوں نے خواہ مخواہ ایران کی امرد پرستی کو اچھالا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے مستند حوالوں سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ وبا ایران سے پہلے یونان میں تھی اور دور حاضر کے نہایت بلند پایہ مورخ ٹوائنبی کے حوالے سے یہ بات کہی ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب محض ترجمہ نہیں، اس میں بعض تاریخی حقائق کی بھی نشاندہی کی گئی ہے جو مترجم کے مطالعے کی گہرائی اور وسعت نظر کی پر دال ہے اسی طرح ڈاکٹر صاحب نے پروفیسر رے می کے اس خیال کی بھی تردید کر دی ہے کہ گوئٹے حافظ کے تصوف کو حماقت سمجھتا ہے۔ اس ضمن میں اس کی نظم کھلا راز (Offenbar Gehemnis) کی مثال یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ حافظ کے اصلی تصوف کا قائل تھا۔

اسی طرح یوڈی اشٹیٹ کا مجموعہ کلام جو مرزا شفیع کی غزلیات کے عنوان سے شائع ہوا ایک دلچسپ بحث ہے۔ مرزا شفیع حقیقت میں کوئی شاعر تھا یا نہیں یہ بات

تحقیق طلب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سعدی اور حافظ کا حریف یا معاصر تھا۔ مرزا شفیع بھی یہاں غالب کے استاد مرزا صمد کی طرح نظر آتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ غالب نے اپنی فارسی دانی کا رعب ڈالنے کے لئے ایک فرضی استاد مشہور کرر کھا تھا

غرض کہ یہ کتاب اقبال اور مغربی ادب کے سلسلے کی ایک دلچسپ اور قابل قدر تصنیف ہے، اور اس کے مترجم ڈاکٹر ریاض الحسن اور پاک جرمن فورم دونوں مبارکباد کے مستحق ہیں۔

یہ کتاب دلدادگان اطالوی شاعری و ثقافت اور عقیدتمندان اقبال کے نام منسوب کی گئی ہے اور اس امید کے ساتھ کہ شاید کہ خود را باز آفرینی! (م۔ا)

----------اختتام-----------